امامت میں وراثت

امامت میں وراثت نہیں:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور مسجد ایک بزرگ کی خانقاہ کے متصل ہے، اس مسجد کے اخراجات تیل و چراغ اس مسجد کے متولیان بالاشتراک کیا کرتے ہیں، زید اس خانقاہ کا سجادہ مقرر ہے، باقی متولیان اب تک اس کو اپنا امام مجوز کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے رہے ہیں، اب چوں کہ اس میں بلحاظ شرعی و برادری بہت نقص پیدا ہو گئے ہیں، بدعتی بھی ہے اور وہ اپنی برادری سے بالکل بگاڑ کر چکا ہے، جس کی وجہ سے بہت مقتدیان اس سے برگشتہ اور ناراض ہیں، اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے اور اپنی برادری سے ایک اور شخص کو جو کہ اس سے علم میں برتر ہے اور بدعتی بھی نہیں ہے، امام بنانا چاہتے ہیں تو اب وہ سجادہ امامت کو اپنی وراثت سمجھ کر علاحدہ نہیں ہوتا اور سجادگی اور قدامت حقوق کو اپنا ثبوت امامت پیش کرتا ہے، کیا اب وہ متولیان ومقتدیان امام کو بدل سکتے ہیں، یا نہ؟ امام سابق کا عذر مسموع ہے، یا نہ؟

الجواب

امامت میں وراثت نہیں ہے؛ بلکہ امام کے مقرر کرنے کا حق اول بانی مسجد کو اور اس کی اولاد وا قارب کو ہے، اس کے بعد نمازیان واہل محلّہ کو حق ہے کہ وہ امام مقرر کریں؛ بلکہ اگر بانی مسجد نے کسی شخص کو امام بنادیا اور وہ صلاحیت امامت کی نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کیا تو وہی امام مقرر ہوگا، جس کو نمازیوں نے مقرر کیا۔

قال فی الدر المختار: (البانی) للمسجد (أولٰی) من القوم (بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلا إذا عین القوم أصلح ممن عیّنه) البانی.

وفی ردالمحتار: (قوله: البانی أولیٰ) وکذا ولده وعشیرته أولٰی من غیرهم، أشباه. (۱)

الحاصل: جبکہ وہ امام سابق بدعتی ہوگیا اور نمازیان مسجد اس سے ناخوش ہیں، بسبب اس کی خرابی کے تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر اور عالم مسائل صلوٰۃ کو امام مقرر کرنا چاہیے۔ (۲) امام سابق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بمقابلہ امام مقرر کردۂ قوم کے اپنے کو مستحق امامت سمجھے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۸۴-۸۵)

(۱) الدر المختار لی هامش ردالمحتار، کتاب الوقف: ۳/ ۵۷۳، ظفیر (۶/ ٦٤٥، دار الکتب العلمیة، بیروت، انیس)

(۲) ویکره إمامة، الخ، مبتدع. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۲۳، ظفیر)

امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں!

کیا عید کی نماز جامع مسجد کے امام کے علاوہ دوسرا شخص نہیں پڑھا سکتا، یا کسی شخص کی وصیت، یا سابقہ کے ساتھ دستور کے ماتحت عید کی نماز پڑھانے کے لیے جامع مسجد کے امام کو مخصوص کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ جس کے خلاف شرع افعال جیسے مزار کے ساتھ گانا سننا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا فرض عرس کرنا، نیز وہاں پر شیرینی اور پھول وغیرہ چڑھانے کی وجہ سے پہلی بار بستی ہٰذا میں دو فریق ہوگئے ہیں، دو جگہ عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے؛ بلکہ امام موصوف کی امامت کے باعث فریقین کے مابین نفاق کی آگ بھڑک رہی ہے، مگر امام صاحب اپنے ان افعال غیر شرعیہ کو چھوڑنے پر کسی طرح تیار نہیں ہیں اور متولیان جامع مسجد وعیدگاہ بھی متقدمین کی حیثیت سے مسلمانوں کے نفاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام موصوف کو امامت پر قائم رکھنے کے لیے مصر ہیں، لہٰذا ایسے متولیان اور امام صاحب کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

امام خواہ نماز عید کا ہو یا جمعہ کا یا فرائض پنجگانہ کا دیندار پرہیزگار اعلم بالسنہ ہونا چاہیے، امامت کی وراثت شرعاً کوئی چیز نہیں اور یہ مذکورہ افعال معصیت وبدعت ہیں اور اس کی حمایت بھی معصیت وبدعت کی حمایت ہے، جو ناجائز اور اللہ رب العزت کی ناراضی کا سبب ہے،(۱) لوگوں کو چاہیے کہ ایسے امام کو جو بدعت اور معصیت میں مبتلا ہو، اولاً تو نرمی و بہی خواہی سے اس کی اصلاح کریں، اگر اصلاح پذیر نہ ہو تو اس کو بدل دیں، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو فتنہ اور فساد سے بچنے کے لیے صبر کریں اور ان لوگوں کی درستگی کے لیے دعا کریں اور ان لوگوں میں صحیح دین مطابق سنت پہچانے کی اور سب سے زیادہ خود اپنے کو متبع بنانے کی کوشش کرتے رہیں، یہ سب کرشمہ جہالت اور غلط علم کے ہیں، جوں جوں لوگوں میں صحیح علم اور دین پہنچے گا، یہ خرابیاں خود بخود دور ہوتی جائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ: ۵/۱۷۴-۱۷۵)

(۱) عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی هدم الإسلام. (المعجم الأوسط، من اسمه محمد (ح: ٦٧٧٢)/ حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء عن عبداللہ بن بسر: ٥/٢١٨، دار الکتاب العربی/ وکذا فی البدع لابن وضاح، النهی عن الجلوس مع أهل البدع (ح: ١١٩)/ القدر للفریابی (ح: ٣٨١)/ معجم ابن العربی، حدیث الترقفی (ح: ١٩٥٨) موقوفا ومرسلاً. انیس)

منصب امامت میں ارث اور وصیت کا حکم:

سوال: ایک شخص جو کسی مسجد کا باقاعدہ امام ہے، وفات کے بعد وہ اپنی جگہ منصب امامت کے لیے اپنے ورثاء میں سے کسی ایک شخص کو مقرر کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اگر اس نے کسی خاص شخص کے بارے میں وصیت کی ہو تو اس کی رعایت کہاں تک کی جائے گی اور بغیر وصیت کے بھی اگر کوئی شخص اس میں ارث کا دعویٰ کرے تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب ــ

منصب امامت کوئی جائیداد اور مال نہیں کہ جس میں وراثت جاری ہوسکے، یا مورث کی وصیت کی رعایت کی جائے، منصب امامت کی تقرری امام کی اہلیت، ذاتی کردار اور علم وعمل کے علاوہ اہل محلّہ کی رضامندی پر ہے، امام کے مرنے کے بعد اہل محلّہ جس کو بھی امامت تفویض کریں، وہی محلّہ کی مسجد کا امام متصور ہوگا۔

قال الحصكفي رحمه الله: (والأحق بالإمة) تقديمًا بل نصبًا. مجمع الأنهر (الأعلم بأحكام الصلاةفقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل واجب، وقبل سنة ثم الأحسن تلاوة للقرءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقًا ثم الأحسن وجهًاثم الأشرف نسبًا. (الدر المختار علىٰ صدرر د المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۳۴/۳-۱۳۵)

امام کے بعد اس کے تمام لڑکوں کو استحقاق امامت ہے یا جس کو لوگوں نے مقرر کردیا:

سوال: ایک امام مسجد نے وفات پائی، اس کے پانچ لڑکے ہیں، ان میں ایک بالغ تھا، بقیہ تمام نابالغ تھے۔ اہل قریہ نے باتفاق بڑے بھائی کو امام بنادیا، وہ پندرہ سولہ سال سے امامت کرتا ہے، اب چھوٹے بھائی بھی بالغ قابل امامت ہوگئے اور بڑے بھائی پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم امامت میں شریک ہیں، اہل قریہ برادران خورد کو بلا رضامندی برادر کلاں امامت میں شریک کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ اور برادران خورد اگر بلا رضامندی برادر کلاں نماز پڑھادیں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وفی الهندية: أولىٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هٰكذا في المضمرات، وهو الظاهر، هٰكذا في البحر الرائق، هٰذا إذا علم من القراءة قدر ماتقوم به سنة القراءة، هٰكذا في التبيين، ولم يطعن في دينه، كذافي الكفاية، وهكذا في النهاية، ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه، كذا في المحيط وهٰكذا في الزاهدي وإن كان متبحرًا في علم الصلاة لكن لم يكن له حظ في غيره من العلوم فهو أولىٰ، كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية: ۸۳/۱) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ نصب امام کا حق بانی یا اہل محلّہ کو ہے، پس جملہ اہل قریہ نے جس کو امام مقرر کردیا، وہ امام ہوگیا، چھوٹے بھائیوں کو بعد بلوغ کے دعویٰ امامت کا حق اس بنا پر کہ ان کا باپ امام تھا،نہیں پہنچتا، البتہ اہل قریہ اگران کوبھی لائق امامت دیکھ کرشریک امامت کردیویں تو درست ہے، برادرکلاں کی رضامندی ضروری نہیں ہے اور نمازان سب کے پیچھے صحیح ہے، بلا کراہت، جن کواہل قریہ نے مقرر کردیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸۳/۳)

کیاحق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے:

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص ہے جوکہ صوم وصلاۃ کا پابندنہیں،اس شخص کے دادا مرحوم صوم وصلاۃ کے پابند تھےاور گورنمنٹ سے منظورشدہ قاضی تھے، اپنے یہاں وہی عیدین کی نماز اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کے اندران کاموں کوانجام دینے کی لیاقت تھی، اب قاضی صاحب تو مرحوم ہوچکے بہت مدت ہوئی؛ بلکہ ان کے لڑکے کا بھی انتقال ہوچکاہے، اب ان مرحوم کے پوتے دعویٰ کرتے ہیں کہ عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا یہ ہماراخاندانی کام ہے ،لہٰذا کسی کواس کا حق نہیں کہ وہ عیدین کی نمازعیدگاہ میں اور نکاح میری غیر موجودگی میں پڑھائے، یہ دعویٰ انہوں نے کورٹ کے اندرکیا ہے، چوں کہ ہمارے یہاں اس قابل نہیں کہ یہ سب کام انجام دے؛اس لیے گاؤں کے لوگوں نے مل کر ایک حافظ عالم کو بلالیا، لہٰذا لوگوں نے انہیں سے یہ کام بھی لینا چاہا تو اس پرقاضی صاحب کے پوتے نے دعویٰ کردیا، حالاں کہ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابندنہیں تو کیاامامت اوراس جیسی چیزوں میں بھی وراثت چلتی ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

امامت کا مستحق وہ ہے جوطہارت اورنماز کے مسائل سے واقف ہو، صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو متبع سنت پابندشریعت ہو، اگرمرحوم امام صاحب کے پوتے میں یہ چیزیں موجود ہیں تو بہتر ہے ان کو ہی امام رکھا جائے، ایسے شخص کے پیچھے عالم حافظ سب کی نماز درست ہوجاتی ہے، کوئی نزاع نہ کیا جائے، اگر یہ صفات موجود نہ ہوں تو محض

---

(۱) وفي الأشباه: ولد الباني ... أولٰی من غيرهم ،آه. وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً و كان أصلح مما نصبه الباني فهو أولٰی. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير) (مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

وولد الباني وعشيرته أولیٰ من غيرهم. (الأشباه والنظائر لابن نجيم، شرط الواقف: ۱٦٤، دارالكتب العلمية بيروت. انيس)

سابق امام کے پوتے ہونے کی وجہ سے اپنا حق قائم نہ کیا جائے؛ کیوں کہ امامت وراثت میں نہیں ملا کرتی؛ بلکہ اہلیت سے ملتی ہے،(۱) ایسی حالت میں ان کے لیے زیبا ہے کہ وہ مصلی چھوڑ کر دوسرے اہل شخص کی امامت کے لیے تجویز پیش کریں،نزاع اور مقدمہ بازی قبیح چیز ہے،آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہیے۔(۲)

نکاح مرد عورت خود بھی کر سکتے ہیں،کسی اور سے بھی پڑھوا سکتے ہیں،کسی متعین قاضی کا ہونا ضروری نہیں؛(۳) لیکن جو شخص گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ قاضی ہو،اس کے پاس رجسٹر ہو،جس میں وہ اندراج کرتا ہو اور وقتِ ضرورت عدالت میں جا کر گواہی دیتا ہو،اس کو بلاوجہ معزول نہ کیا جائے،مفاہمت کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نکاح تو جس سے دل چاہے پڑھوالیا جائے اور قاضی صاحب رجسٹر میں درج کرنے کی فیس مقرر کرلیں کہ جو شخص قانونی تحفظ وپیش بندی کے لیے درج کرانا چاہے، وہ اتنی فیس قاضی صاحب کو دے دے،اس سے ان کا حق بھی قائم رہے گا اور سب کو سہولت بھی ہوگی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۶/۳۸۴-۳۸۵)

کیا امامت میں بھی وراثت چلتی ہے:

(الجمعیۃ مؤرخہ ۲۹/اپریل ۱۹۲۷ء)

الجواب

جو شخص نماز روزے کا پابند اور نماز روزے کے احکام سے واقف ہے وہ امامت کا مستحق ہے۔امامت کے لیے ذاتی صلاحیت ولیاقت چاہیے،باپ دادا سے امامت آنے سے لازمی استحقاق حاصل نہیں ہوتا،ہاں اگر خود بھی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہو تو خاندانی امامت وجہ ترجیح ہوسکتی ہے۔(۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔(کفایت المفتی:۳/۱۲۶)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللّٰہ عنہ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:"یؤم القوم أقرأھم لکتاب اللّٰہ وأقدمھم قراءۃ،فإن کانوا فی القراءۃ سواءٌ فلیؤمھم أقدمھم ھجرۃ،فإن کانوا فی الھجرۃ سواءٌ،فلیؤمھم أکبرھم سنًا،ولا یؤم الرجل فی بیتہ،ولا فی سلطانہ،ولا یجلس علٰی تکرمتہ،إلا بإذنہ".(سنن أبی داؤد،کتاب الصلاۃ،باب من أحق بالإمامۃ: ۱/۹۳،إمدادیۃ،ملتا)(رقم الحدیث: ۵۸۲،انیس)

(والأحق بالإمامۃ الأعلم بأحکام الصلاۃ) فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ ... (ثم الأحسن تلاوۃً)وتجویداً للقراءۃ،ثم الأورع،ثم الأسن،ثم الأحسن خلقاً،إلخ ".(الدر المختار،کتاب الصلاۃ،باب الإمامۃ: ۱/۵۵۷،سعید)

(۲) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً وّلا تفرقوا﴾(سورۃ آل عمران:۱۰۳)

(۳) (وینعقد) متلبسًا(بإیجاب)من أحدھما وقبول من الآخر،آہ.(الدر المختار،کتاب النکاح:۳/۹،سعید)

والأحق بالإمامۃ تقدیمًا ونصبًا الأعلم بأحکام الصلاۃ فقط صحۃً وفسادًا بشرط اجتناب الفواحش الظاھرۃ، إلخ.(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۷)

کیا چار قوموں کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں:

سوال: مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو کسی وقت فتویٰ دیا تھا کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور قوم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ فتویٰ ایک شخص کے پاس ہے، کیا واقعی نماز نہیں ہوتی؟ اگر نہیں ہوتی تو تفصیل سے بیان فرمائیں اور وہی شخص کہتا ہے کہ امامت کے بجائے بھنگی کا پیشہ کرے تو امامت سے اچھا ہے، کیا یہ فاسق ہے تو کس درجہ کا ہوگا؟ تفصیل سے بیان کریں، نیز وہی شخص نماز ہوتے وقت آگے، یا پیچھے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، جماعت کا کوئی احترام نہیں کرتا ہے تو وہ کس درجہ کا فاسق ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جس شخص میں امامت کی صفات موجود ہوں اس کی امامت درست ہے، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، (۱) حضرت تھانویؒ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، امامت کی صفات ہوتے ہوئے محض قومیت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے، جو آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو اس کی شہادت قبول نہیں ہے گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے، جماعت ترک نہ کرے، (۲) بعض احادیث میں ترک جماعت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۲۸۱-۲۸۲)

---

(۱) عن أبی مسعود البدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "یؤم القوم أقرأھم لکتاب اللّٰہ وأقدمھم قراءۃ، فإن کانوا فی القراءۃ سواءً فلیؤمھم أقدمھم ھجرۃ، فإن کانوا فی الھجرۃ سواء، فلیؤمھم أکبر سناً، ولا یؤم الرجل فی بیتہ ولا فی سلطانہ، ولا یجلس علٰی تکرمتہ إلا بإذنہ". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ھو الأحق بالإمامۃ: ۱/ ۹۳، إمدادیۃ، ملتان)

"(والأحق بالإمامۃ الأعلم بأحکام الصلاۃ) فقط صحۃً وفسادًا، ثم الأحسن قراءۃً، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً". (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان من أحق بالإمامۃ: ۱/۶۶۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۲) الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال، و قیل: واجبۃ، وعلیہ العامۃ. فتسن أو تجب، تظھر ثمرتہ فی الإثم بترکھا مرۃ علٰی الرجال العقلاء البالغین الأحرار، إلخ.

قال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالٰی: ولذا قال فی الأجناس: لا تقبل شھادتہ إذا ترکھا استخفافاً ومجانۃ ... (قولہ: بترکھا مرۃ) بلاعذر وھٰذا عند العراقیین، وعند الخراسانیین إنما یأثم إذا اعتادہ، کما فی القنیۃ. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ: ۱/۵۵۲-۵۵٤، سعید)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاۃ إلا منافق قد عُلم نفاقہ، ==

حق امامت کسے حاصل ہے:

سوال: اگر کوئی شخص کسی مسجد پر اپنا حق ثابت کرے اور کہے کہ سات برس سے یہ مسجد میرے قبضہ میں ہے، میرے والد اور بھائی اس مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، بعد ان کے میں پڑھاتا ہوں، لہٰذا میرے سوا کسی کو اس مسجد میں حق نہیں۔ سو اس مسجد میں واقعی اس امام کا حق ہے اور اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

امام کا مقرر کرنا بانی مسجد کے اختیار میں ہے، یا اہل محلّہ کے اختیار میں، وراثت کسی امام کا کچھ حق نہیں اور امامت میں وراثت نہیں ہے اور اگر وہ بانی نہیں تو یہ دعویٰ اس کا غلط ہے کہ میرا والد، یا بھائی اس مسجد میں امام رہا ہے، البتہ اگر اہل محلّہ اس کی امامت سے راضی ہوں اور وہ لائق امامت ہو تو اس کی امامت صحیح ہے اور نماز اس کے پیچھے درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۳/۲۳۳-۳۲۴)

== أو مريض، إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتٰى يأتي الصلاة. وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدٰى، وإن من سنن الهدٰى الصلاة في المسجد الذى يؤذن فيه" آه. (رواه مسلم) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة ، باب الجماعة و فضلها، الفصل الأول: ۹٦/۱، قديمي)

الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدٰى (ح: ٦٥٤)/ مسند ابن أبي شيبة، ما رواه عبدالله بن مسعود رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم (ح: ٤٢٩)/ مسند أبي يعلىٰ الموصلى، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٥٠٢٣)/ صحيح ابن خزيمة، باب تخويف النفاق على تارك شهود الجماعة (ح: ١٤٨٣)/ مستخرج أبي عوانة، بيان إيجاب إتيان الجماعة (ح: ١٢٦٣)/ صحيح ابن حبان، ذكر وصف الشيء الذى من إجله كانوا، الخ (ح: ٢١٠٠)/ المعجم الكبير للطبراني (ح: ٨٦٠٨)/ المسند المستخرج على صحيح مسلم لابن أبي نعيم (ح: ١٤٦١) انيس)

(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقاً، وكذا الإمامة لو عدلاً. (الدر المختار)

و في الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولىٰ من غيرهم آه، وسيجيء في الوقف أن القوم إذا عينوا مؤذناً أو إماماً وكان أصلح مما نصبه الباني فهو أولىٰ. (ردالمحتار، باب الأذان: ۳۷۲/۱، ظفير) (كتاب الصلاة، مطلب في كراهة الجماعة في المسجد، انيس)

وأما نصب المؤذن والإمام لأه المحلة ولا يكون للباني منهم ذلك وقال أبو بكر الإسكاف: الباني أحق بتنصيبها من غيره كما في العمارة كالقاضي، وقال أبو الليث: وبه ناخذ إلا أن يريد الثاني إماماً ومؤذناً والقوم يريدون أصلح فلهم أن يفعلوا ذلك، كذا في النوازل. (البناية شرح الهداية، شرط الواقف أن يستبدل بالوقف أرضا أخرىٰ: ٤٥١/٧، دار الكتب العلمية بيروت/ وكذا في البحر الرائق، الناظر بالشرط في الوقف: ۲۵۱/۵، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

والباني أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشيرته أولىٰ بذلك من غيرهم. (البحر الرائق: ۲۷۰/۵، دار الكتاب الإسلامي بيروت. انيس)

امام کا دعویٰ امامت اور مقتدی کا انکار:

سوال: ایک خانقاہ کا سجادہ بحیثیت سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثا جو کہ اس کے اہل برادری اور مقتدی ہیں، اس کی امامت منظور نہ کریں تو دعویٰ امامت درست ہے، یا نہ؟

الجواب ______________________

کتب فقہ میں ہے کہ بانی وواقف مسجد احق ہے، ساتھ مقرر کرنے امام وغیرہ کے اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی اولاد واقارب احق ہیں۔ اس کے بعد اہل محلّہ واہل مسجد جس کو امام مقرر کریں، وہ امام ہوتا ہے۔

پس سجادہ نشین خانقاہ اگر اولاد واقف سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے، امام وغیرہ مقرر کرنے کا؛ لیکن دیگر اہل قرابت واقف کو بھی یہ حق ہے، سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۳)

☆☆☆

(۱) ولاية الأذان والإقامة لباني المسجد مطلقا، وكذا الإمامة لو عدلاً (الدر المختار) وفي الأشباه: ولد الباني وعشيرته أولٰى من غيرهم، وفي الوقف: أن القوم إذا عينوا مؤذناً وإماماً و كان أصلح مما نصبه الباني فهو أولٰى. (ردالمحتار، باب الأذان، فروع: ۳۷۲/۱، ظفير)